# معاصر مقتضیات اور مردم شماری: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک علمی و تحقیقی جائزہ

# The Census and its contemporary inevitability: A research evaluation in light of Islamic teachings

ڈاکٹر کریم داد[i] محمد عادل[ii]

**Abstract**

In modern age as the human society has got extended, like wise numerous types of problems have emerged in various shapes.

The paper contains the preamble in the beginning with a detailed introduction about the Census. Likewise, the historical background and legal position of the Census has been highlighted. In the end, the aims and objectives have been added.

To search out all these problems and formulate a possible solution of them is the not only the demond of time, but is a responsibility on the shoulder of ruling class. Before the solution, every probem requires to be scrutinized properly. This scrutiny in other words called the "Census".

The concept and inevitability of census in known and accept in every age. Every year, almost in all corners of the world, the process of Census is undergone under the supervision of the state. Now, it is considerable to note that is the concept and purpose of Census? Similarly what is its historical background? These questions have been answered in this research paper.

**Key Words:** Census, Purpose, Scrutiny, Sociity, Problems

جدید دور میں جس طرح انسانی معاشرہ وسعت اختیار کر چکا ہے، تو اسی طرح اس کے مختلف پہلوؤں میں بے شمار مسائل نے بھی جنم لیا ہے۔ زندگی کے ان تمام پہلوؤں کی جھانچ پڑتال کر کے ان کے مسائل کی نشاندہی کرنا اور پھر ان مسائل کے ممکنہ حل کے لئے منصوبہ بندی کرنا حکمرانوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری اور وقت کی ضرورت

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر ، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ہے۔اس اہم ضرورت کے لئے واحد ذریعہ جو پوری دنیا میں رائج اور پرانے زمانے سے چلا آرہا ہے، وہ ملک میں مردم شماری کرنا ہے۔مردم شماری کسے کہتے ہیں؟اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟اور اسلامی تعلیمات کی رو سے دورِ حاضر میں اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟اس آرٹیکل میں ان تمام سوالات کے جوابات کی ایک کوشش کی گئی ہے۔طریقہ کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے ایک مقدمہ پیش کیا ہے، پھر مردم شماری کا تعارف، تاریخی پس منظر اور اس کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں دورِ حاضر میں مردم شماری کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کی خلافت کے لئے پیدا کیا اور تمام اشیاء کو اس کے لئے مسخر کیا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً[1]"

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کام میں لگائے تمہارے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور پوری کردیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان نعمتوں کا مالک بنایا لیکن ساتھ ہی اسراف و تبذیر سے منع فرمایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا[2]"

"اور مت اڑا بیجا (فضول)"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں کے اکمال کے بعد اب انسان کے ہاتھ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو کس طریقے سے بروئے کار لاتا ہے۔انسان پر لازم ہے کہ نعمتوں کو ہر ممکن طریقے سے ضائع ہونے سے بچائے اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ ان کو منظم منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کیا جائے۔چونکہ انسانوں کو اس بات کا ادراک ہے، اس لئے حکومتیں اپنے وسائل کے استعمال کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کرتی ہیں، جو ملک کی موجودہ آبادی کو مد نظر رکھ کر ہی ہو سکتی ہے۔اس مقصد کے لئے زمانہ قدیم سے مردم شماری کا طریقہ رائج ہے۔

عصر حاضر میں سائنسی علوم میں ترقی کی وجہ سے وسائل میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اور ان سے بہترین طریقے سے فائدہ اٹھانے اور منصفانہ تقسیم کے لئے مردم شماری کی اہمیت بھی بڑھ گئی ہے۔دنیا کے دیگر ممالک کی طرح مملکت خداداد پاکستان میں بھی ہر دس سال بعد مردم شماری کرنا ضروری ہے، لیکن مختلف وجوہات کی بناء پر ۷۰ سال گزرنے کے باوجود پانچ ہی مرتبہ مردم شماری کی جاسکی اور جب بھی مردم شماری ہوئی عوام نے اس کی اہمیت و فوائد کے مطابق اس میں دلچسپی نہیں دکھائی۔اس لئے یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ مردم شماری کی شرعی حیثیت واضح ہو جائے اور اس کی اہمیت پر

روشنی ڈالی جائے، تاکہ حکومتی اور عوامی سطح پر اس کی اہمیت وافادیت لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے، تاکہ لوگ اس قومی فریضے کی انجام دہی میں مکمل دلچسپی کے ساتھ حصہ لیں۔

مذکورہ موضوع پر ابھی تک مستقل طور پر کوئی تحقیق منظر عام پر نہیں آئی، البتہ مختلف علوم وفنون کی کتابوں میں اس پر جابجا ابحاث موجود ہیں، جیسے علامہ ابن جریر الطبریؒ نے تاریخ الطبری اور علامہ طرطوشیؒ نے سراج الملوک میں دواوین کی تدوین پر بحث کی ہے، جو مردم شماری کی بالکل ابتدائی شکل تھی۔ اسی طرح علامہ سیوطیؒ نے حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ اور علامہ کتانیؒ نے التراتیب الاداریۃ میں سیدنا معاویہؓ کے دور حکومت میں مردم شماری کے طریقہ کار کی وضاحت کی ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے محاضرات سیرت میں دور نبوی ﷺ میں مردم شماری سے متعلق بحث کی ہے۔ ان کتب میں سرسری طور پر مردم شماری کا تذکرہ موجود ہے، لیکن کسی نے بھی مستقلاً اس کو موضوع نہیں بنایا، اس لئے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ زیرِ نظر آرٹیکل اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

### مردم شماری کا تعارف

مردم شماری کو انگریزی میں Census اور عربی میں التعداد یا الاحصاء کہا جاتا ہے۔ اس کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

> *'The total process of collecting, compiling, evaluating, analyzing and publishing or otherwise disseminating demographic, economic and social data pertaining, at a specified time, to all persons in a country or in a well delimited part of a country.*[3] *"*

> "کسی خاص وقت میں ملک یا ملک کے کسی خطے کے تمام افراد کے جغرافیائی، معاشی اور معاشرتی معلومات کو اکٹھا کرنے، مرتب کرنے یا ان کا تجزیہ کر کے شائع کرنے یا بصورت دیگر لوگوں تک معلومات بہم پہنچانے کے تمام تر عمل کو مردم شماری کہتے ہیں۔"

### مردم شماری کا تاریخی پس منظر

مردم شماری کی ابتدائی تاریخ کے متعلق کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے آج سے تقریباً چھ ہزار سال پہلے ۳۸۰۰ قبل مسیح میں بابل شہر میں مردم شماری کی گئی۔ اس کے بعد مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے مردم شماری ہوتی رہی ہے۔ سیدنا موسیٰؑ کے دور میں بنی اسرائیل کی مردم شماری کی گئی جس کا تذکرہ عہد نامہ عتیق میں گنتی باب ایک میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

"خداوند نے سیدنا موسیٰؑ کو حکم دیا، تو بنی اسرائیل کی ساری جماعت کی، ان کے فرقوں اور خاندانوں کے مطابق ہر ایک مرد کا یکے بعد دیگرے نام درج کر کے مردم شماری کر[4]۔"

تورات میں اس کے بعد ایک اور مردم شماری کا بھی ذکر کیا گیا ہے، گنتی باب ۲۶ میں آیا ہے:

"خداوند نے موسیٰ اور ہارون کاہن کے بیٹے الیعزر سے کہا: بنی اسرائیل کی ساری جماعت میں بیس یا اس سے زائد عمر کے جتنے لوگ اسرائیلی لشکر میں خدمت کے قابل ہوں، ان سب کی ان کے آبائی خاندانوں کے مطابق مردم شماری کرو[5]۔"

اسی طرح داؤدؑ کے دور میں بھی بنی اسرائیل کی مردم شماری کی گئی، جس کا تذکرہ عہد نامہ عتیق میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

"خداوند کا غصہ اسرائیل کے خلاف ایک دفعہ پھر بھڑکا اور اس نے داؤد کو یہ کہہ کر ابھارا کہ جا کر اسرائیل اور یہوداہ کی مردم شماری کر[6]۔"

اس کے علاوہ تورات میں ۴۵۷ یا ۴۵۸ قبل مسیح میں بابل سے یروشلم واپس لوٹنے والوں کی باقاعدہ فہرست دی گئی ہے کہ کس قبیلے کے کتنے لوگ واپس یروشلم لوٹ آئے تھے [7]۔

سیدنا عیسیٰؑ کی پیدائش کے زمانے میں بھی مردم شماری کی گئی جس کا تذکرہ عہد نامہ جدید میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

"ان دنوں قیصر اوگستس کی طرف سے فرمان جاری ہوا کہ رومی حکومت کی ساری رعایا کے نام لکھے جائیں[8]۔"

ابتدائے اسلام میں آپ ﷺ کی طرف سے بھی مسلمانوں کی مردم شماری کی گئی، صحیح بخاری میں حذیفہؓ سے روایت ہے:

"قال النبي صلى الله عليه وسلم :اكتبوا لي من تلفظ بالإسلام من الناس فكتبنا له ألفا وخمس مائة رجل[9]"

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے مسلمانوں کے نام لکھو، تو ہم نے پندرہ سو(۱۵۰۰) مردوں کے نام لکھیں۔"

جبکہ صحیح مسلم میں دورِ نبوی ﷺ میں مردم شماری سے متعلق حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت ہوئی ہے:

"أحصوا لي كم يلفظ الإسلام[10]"

ان دونوں احادیث میں مسلمانوں کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے، صحیح بخاری میں مسلمانوں کی تعداد ۱۵۰۰ جبکہ صحیح مسلم میں ۶۰۰ سے ۷۰۰ روایت کی گئی ہے۔ اس میں تطبیق کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے فرمایا کہ دورِ نبوی میں دو یا تین مرتبہ مردم شماری کرائی گئی۔ اگرچہ سیرت نگاروں میں اس مردم شماری کے وقت کے متعلق اختلاف موجود ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے نزدیک پہلی مردم شماری ہجرت کے فوراً بعد جبکہ دوسری بعد میں ہوئی[11]۔

سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں مردم شماری ہوئی، لیکن دورِ نبوی ﷺ اور اس مردم شماری میں یہ فرق تھا کہ اس میں باقاعدہ رجسٹر میں اندراج کرایا گیا اور بیت المال سے ملنے والی رقم کے لئے رعایا کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا[12]۔

سیدنا معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں بھی مردم شماری کی گئی اور اس دور میں مردم شماری کے لئے باقاعدہ محکمے کا اجراء کیا گیا جو مردم شماری کے ساتھ ساتھ پیدا ہونے والے نوزائیدہ بچوں اور دوسرے ممالک سے آنے والے افراد کے ناموں کے اندراج کا بھی اہتمام کرتا تھا اگر ایسے افراد ہوتے تو ان کے نام رجسٹر میں لکھ کر اس کے لئے بیت المال حصہ مقرر کرتے[13]۔ اس کے بعد مردم شماری مسلسل عمل میں لائی جارہی ہے اور عصر حاضر میں کسی بھی ملک وریاست کو بہترین طریقے سے چلانے اور وسائل کو برابری کی بنیاد پر تقسیم کرنے کے لئے ہر دس سال بعد مردم شماری ضروری تصور کی جاتی ہے۔

## مردم شماری کی شرعی حیثیت

مردم شماری کے تاریخی پس منظر کے ضمن میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور میں ایک سے زائد مرتبہ مردم شماری کرائی، یہ مردم شماری کی مشروعیت کی دلیل ہے۔ لیکن عصر حاضر میں جن مقاصد کے لئے مردم شماری کرائی جاتی ہے، یہ مقاصد بھی اصول شریعت سے ثابت ہیں، جیسے آئندہ کے لئے زندگی کی مختلف ضروریات کی پلاننگ کرنا۔ ان میں چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1. سورۃ یوسف میں مصر کے بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

"قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ[14]"

"کہا تم کھیتی کروگے سات برس جم کر سو جو کاٹو اس کو چھوڑ دو اس کی بال میں مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ، پھر آئیں گے اس کے بعد سات برس سختی کے، کھا جائیں گے جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھوگے بیج کے واسطے، پھر آئے گا اس کے بعد پیچھے ایک برس اس میں مینہ برسے گا لوگوں پر اور اس میں رس نچوڑیں گے۔"

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"سیدنا یوسف علیہ السلام نے صرف تعبیر خواب پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ایک حکیمانہ اور ہمدردانہ مشورہ بھی دیا۔ وہ یہ کہ پہلے سات سال میں جو زیادہ پیداوار ہو اس کو گندم کے خوشوں ہی میں محفوظ رکھنا، تاکہ گندم کو پُرانا ہونے کے بعد کیڑا نہ لگ جائے[15]۔"

جس ہمدردانہ مشورے کا ذکر ہوا ہے وہ آئندہ کے سالوں کے لئے پلاننگ کی شکل میں تھا، کیونکہ مصر میں بغیر خوشوں کے غلے میں بہت جلد کیڑے پڑ جاتے تھے[16]۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے تعبیر خواب کے ساتھ آئندہ کے لائحہ عمل کے طور پر دو ہدایات دیں۔ پہلی یہ کہ ضرورت سے زائد غلہ خوشوں میں رہنے دو اور دوسری یہ کہ پہلے کے سات سالوں میں غلے کو ایسے طریقے سے استعمال کرو کہ آئندہ سات قحط والے سالوں کے لئے تمہارے پاس خوراک کی اتنی مقدار موجود ہو جو تمہاری ضروت کو پورا کر سکے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ کے ساتھ کی ہے:

"وفي هذه الجملة إرشاد لهم إلى أن من الواجب عليهم أن يقتصدوا في مأكولاتهم إلى أقصى حد ممكن لأن المصلحة تقتضي ذلك[17]"

"اس جملے میں ان کو یہ ہدایت دی گئی کہ اپنے خوراک میں ممکنہ حد تک کمی کریں کیونکہ یہ مصلحت کا تقاضا ہے۔"

سیدنا یوسف علیہ السلام کے اس عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کرنا ایک بہترین صفت ہے جو کہ توکل کے خلاف نہیں۔ لہٰذا اپنے وسائل کو تدبیر و منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کرنا اور اس میں مستقبل کے حالات کی رعایت رکھنا جائز بلکہ مستحسن امر ہے۔

2. سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّماواتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ[18]"

"کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار خدا ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین سعید بن جبیر کا درج ذیل قول نقل کرتے ہیں:

"كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَادِرًا عَلَى خَلْقِ السموات وَالْأَرْضِ فِي لَمْحَةٍ وَلَحْظَةٍ، فَخَلَقَهُنَّ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ تَعْلِيمًا لِخَلْقِهِ التَّثَبُّتَ وَالتَّأَنِّيَ فِي الْأُمُورِ[19]"

"اللہ تعالیٰ ایک لمحہ میں زمین وآسمان کے بنانے پر قادر تھا، لیکن چھ دن میں اس کو پیدا کرنے سے مخلوق کو امور میں تدبیر کی تعلیم دینا مقصود تھا۔"

اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امور میں تدبیر ایک لازمی امر ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود مخلوق کی تعلیم کے لئے قدرت کے باوجود تدبیر اختیار فرمایا۔ لہٰذا ہر انسان پر اپنے دائرہ اختیار میں امور کی تدبیر کا اہتمام کرنا لازم ہے اور چونکہ حاکم کے دائرہ اختیار میں تمام ملک آتا ہے، اس لئے حاکم کے لئے تمام مملکت کے امور کی تدبیر اور پلاننگ کرنا ضروری ہے، جو مردم شماری کے بغیر ممکن نہیں۔

علامہ زین الدین عراقی اس بات کو ایک اور انداز سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر و عالم ہے اور اس کے متعلق یہ تصور کرنا بھی جائز نہیں کہ وہ کسی چیز سے غافل ہوگا لیکن پھر بھی اللہ تعالی نے مخلوق کی تقدیرات لکھی ہوئی ہیں حالانکہ اسے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی وجہ تمام مخلوق کو عموماً اور حکام کو خصوصاً یہ تعلیم دینا ہے کہ لوگوں کے حقوق کو کتابوں اور رجسٹروں میں لکھوائے تاکہ ان کا کوئی بھی حق ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو[20]۔"

مردم شماری میں اسی خدائی تعلیم کو مدنظر رکھ کر حکام مملکت کے تمام رہائشیوں کے نام لکھواتے ہیں تاکہ ان کو برابر کے حقوق مہیا کئے جاسکیں۔

3. سورۃ الاسراء میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا[21]"

" اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اس کو بالکل کہ پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ہارا ہوا۔"

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر الطبریؒ فرماتے ہیں:

" یہاں ہاتھ نہ کھولنے کا حکم صرف باطل کاموں تک محدود نہیں بلکہ حق و جائز کاموں میں بھی اتنا خرچ کرنا مناسب نہیں کہ انسان خود بالکل خالی ہاتھ رہ جائے[22]۔"

اس آیت کریمہ میں مستقبل کا سوچے بغیر خرچ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ جس سے بلاشبہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کو اپنے آج کے ساتھ کل کی فکر بھی کرنی چاہیئے اور مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کرکے آمدن و خرچ کا حساب رکھنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح کردی گئی کہ اگر کوئی بغیر حساب کے خرچ کرتا ہے اور مستقبل کے لئے کوئی پلاننگ نہیں کرتا تو پھر ایسے شخص کے پاس سوائے ملامت کے کچھ نہیں بچے گا۔ خاص طور پر ریاست و ملک کی سطح پر اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ حکومتوں کو مختلف حالات درپیش ہوتے ہیں اور بغیر منصوبہ بندی کے ریاست کے امور چلانا ناممکن ہوتا ہے۔

4. حدیث میں حافظ ابو عبداللہ ذاالنون سے یہ روایت نقل کیا گیا ہے:

"حسن التدبير مع الكفاف أكف من الكثير مع الإسراف[23]"

"زیادہ مال میں اسراف سے ضروریات اس طرح پوری نہیں ہوتیں جس طرح کم مال میں حسن تدبیر سے پوری ہوتی ہیں۔"

اس حدیث مبارک میں بھی منصوبہ بندی کے ساتھ خرچ کرنے کا فائدہ بیان ہوا ہے اور اس کو رزق میں برکت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے وسائل کو دیکھ کر مستقبل کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی جائے تو انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ کتنی مقدار میں خرچ کرنا ہے۔ اس کے برعکس اگر بغیر حساب کے خرچ کیا جائے تو اکثر اوقات موجود وسائل ناکافی ہوجاتے ہیں۔ ریاست کی سطح پر تو وسائل کے استعمال میں منصوبہ بندی کی اہمیت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

5. سنن ابن ماجہ میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے:

"لَا عقل کالتدبیر[24]"

" کوئی عقل تدبیر کی طرح نہیں۔"

تدبیر ایسے طریقے سے کام کرنے کو کہتے ہیں کہ جس میں مستقبل یا نتیجے کی پوری رعایت رکھی جائے[25]۔ شارحین حدیث کے نزدیک اس حدیث مبارک میں معیشت میں تدبیر مراد ہے[26] یعنی معاش کمانے، خرچ کرنے اور اس کی حفاظت میں بہترین منصوبہ بندی ایک انسان کے کمال عقل پر دلالت کرتی ہے[27]۔ لہٰذا اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے ہر انسان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے وسائل کے استعمال میں تدبیر و منصوبہ بندی کو ملحوظ رکھے تاکہ مستقبل میں اسے مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ خاص طور پر ریاست کی سطح پر یہ ذمہ داری اور بھی موکد ہو جاتی ہے۔

**عصر حاضر میں مردم شماری کے اغراض و مقاصد**

عصر حاضر میں مردم شماری کے چند بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں:

ملک کی آبادی میں اضافہ اور اضافے کا تناسب معلوم کیا جائے تاکہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ضروریات کا تخمینہ لگا کر موجود وسائل کو ان شعبہ جات کی اہمیت کے لحاظ سے احسن طریقے سے بروئے کار لایا جائے۔ ملکی آبادی میں روزگار اور بے روزگاری کا تناسب معلوم کر کے اس حساب سے آئندہ کی حکمت عملی ترتیب دی جائے۔ خواندگی کی شرح معلوم کی جائے اور اس تناسب سے بنیادی و اعلیٰ تعلیم کی سہولیات سمیت تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے روزگار کی فراہمی ممکن بنائی جائے اور اس حوالے سے حکمت عملی وضع کی جائے۔ افراد اور گھرانوں کی مکمل معلومات تک رسائی حاصل کی جائے تاکہ کسی بھی قسم کی صورتحال میں ان کے کوائف پہلے سے دستیاب ہوں۔

الغرض مردم شماری کسی بھی ملک کی تعلیم، معیشت، دفاع اور صحت کے شعبوں سمیت دیگر شعبہ جات میں منصوبہ بندی کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔ ذیل میں مردم شماری کا ان مقاصد کے لئے اہتمام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

**دفاعی مقاصد**

اندرونی اور بیرونی خطرات سے حفاظت کسی بھی ملک کے شہریوں کی بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ اس بنیادی حق کی فراہمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ آبادی کے تناسب سے وسائل استعمال کر کے دفاعی اقدامات اٹھائے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں حکومتیں باقاعدگی سے مردم شماری کر کے ملکی آبادی معلوم کرتی ہے اور اسی تناسب سے دفاع کے لئے

وسائل فراہم کئے جاتے ہیں۔

مردم شماری کرنے کی دفاعی غرض دلیل صحیح البخاری کی حدیث ہے:

"قال النبي صلى الله عليه وسلم :اكتبوا لي من تلفظ بالإسلام من الناس فكتبنا له ألفا وخمس مائة رجل[28]"

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے مسلمانوں کے نام لکھو، تو ہم نے پندرہ سو(۱۵۰۰) مردوں کے نام لکھیں۔"

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ابن بطالؒ نے یہ قول نقل کیا ہے:

"فيه أن كتابة الإمام الناس سنة من النبي صلى الله عليه وسلم عند الحاجة إلى الدفع عن المسلمين[29]"

"اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی دفاع کے لئے ضرورت کے وقت امام کے لئے لوگوں کے نام لکھنا سنت ہے۔"

جبکہ اس حدیث مبارک سے جو استدلالات کئے گئے ہیں، ان میں سب سے پہلے یہ فرمایا گیا ہے:

"في هذا الحديث دروس وفوائد دعوية منها:أهمية الإعداد للجهاد وإحصاء الإمام عدد الجيوش[30]"

"اس حدیث میں کئی فوائد اور اسباق ہیں، جیسے جہاد کے لئے لوگوں اور امام کا لشکروں میں فوجیوں کی تعداد کو شمار کرنے کی اہمیت"

دورِ حاضر میں مردم شماری کا ایک مقصد ملکی دفاع کے پیش نظر یہ بھی ہے، کہ ملک کے کونے کونے کی چھان بین کر کے ملک دشمن عناصر کے بارے میں خفیہ معلومات اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ پھر ضرورت پڑنے پر کارروائی کی جاتی ہے۔

**معاشی مقاصد**

مردم شماری کرانے کا ایک مقصد ملکی معیشت سے متعلق ہے کہ بیت المال میں موجود آمدنی کو قوم کے افراد کی فلاح و بہبود کے لئے یکساں طور پر تقسیم کیا جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھا جائے کہ مختلف شعبہ جات کو کتنے وسائل فراہم کئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے مردم شماری کرانے کی دلیل سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں کی گئی مردم شماری ہے۔

مولانا محمد یوسفؒ حیاۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں:

"سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ نے بہت بڑی مقدار میں دراہم سیدنا عمرؓ کے پاس بھیجے تو آپؓ نے صحابہ کے مشورے سے لوگوں کے ناموں کے رجسٹر مرتب کروائے اور مراتب کے لحاظ سے لوگوں کے لئے حصے مقرر فرمائے[31]۔"

دواوین و دفاتر کی تیاری صرف مدینہ تک محدود نہ تھی بلکہ اس وقت جتنی بھی ریاستیں و علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں ان تمام میں لوگوں کے ناموں کا اندراج کیا گیا۔ جب رجسٹر و دواوین مرتب کرنے کا کام مکمل ہوا تو سیدنا عمرؓ ایک سال تک آنے والی آمدنی بیت المال میں جمع کرتے رہے اور سال کے آخر میں تمام افراد میں حسب و نسب و مرتبہ مال تقسیم فرمایا۔ اس کے علاوہ صحیح البخاری کی اوپر مذکورہ حدیث کی تشریح کے ضمن میں علامہ بدرالدین حموی فرماتے ہیں:

"فيصلح ذَلِكَ دَلِيلا على أنه من السنة ولاتفاق الصَّحَابَة عَلَيْهِ وَلِأَن الْحَاجة تَدْعُو إِلَيْهِ فتكتب اسماء المرتزقين وَقدر أَرْزَاقهم"[32]

"یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے، صحابہؓ کا بھی اس پر اجماع ہے اور ضرورت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ وسائل استعمال کرنے والوں کے نام لکھے جائیں اور ان کے حصے بھی مقرر کئے جائیں۔"

اسی طرح مردم شماری کے ذریعے ملک کی موجودہ معاشی صورت حال کا پتہ بھی لگایا جاتا ہے کہ یہ ملک ترقی یافتہ ہے یا ترقی پذیر یا پسماندہ۔ ملک کے موجودہ قدرتی ذرائع کا پتہ لگاکر ان کے لئے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مردم شماری کے ذریعے انسانی ذرائع پیداوار کا بھی پتہ لگایا جاتا ہے اور پھر درآمدات و برآمدات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

## تعلیمی مقاصد

مردم شماری کرانے کا ایک مقصد ملک میں تعلیم و تعلم سے متعلق ہے کہ ملکی آبادی کے کتنے افراد بنیادی تعلیم حاصل کر چکی ہے اور جو بنیادی تعلیم سے محروم افراد ہیں، ان کو تعلیم تک رسائی کے لئے کتنے وسائل مقرر کرنے ہوں گے۔ تعلیمی مقاصد کے لئے مردم شماری کا ثبوت سیدنا عمرؓ کے دور میں کی گئی مردم شماری سے ہوتا ہے۔ کتب تاریخ میں سیدنا عمرؓ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ آپؓ نے جس طرح مالی وسائل کی تقسیم کے لئے لوگوں کے ناموں کو باقاعدہ رجسٹر و دیوان میں درج کروایا تھا، اسی طرح قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کے ناموں کو الگ سے رجسٹروں اور دیوانوں میں محفوظ کروایا تھا، تاکہ ملکی آبادی میں خواندگی کی شرح کا جائزہ لیا جاسکے اور ناخواندہ افراد تک بنیادی تعلیم کی رسائی کا طریقہ کار وضع کرکے ان کو خواندہ شہریوں کی فہرست میں شامل کروایا جاسکے[33]۔

دورِ جدید میں تعلیم کی اہمیت پچھلے ادوار کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ملک کے باشندوں کی شرح خواندگی معلوم کرکے تعلیم یافتہ افراد کے لئے روزگار اور تعلیم سے محروم افراد کے لئے تعلیم کا مناسب انتظام کیا جائے۔

## دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی

موجودہ زمانے میں بھی مردم شماری کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ رعایا کی تعداد اور ان کی معیار زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرکے ان کو ضروریات زندگی کی فراہمی یقینی بنائی جائیں۔ سیدنا عمر اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں کی گئی مردم شماریوں میں یہی مقصد بھی شامل ہوتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں:

"سیدنا عمرؓ نے ابتدائی طور پر دودھ پیتے بچوں کے علاوہ تمام رعایا کے لئے سہولیات کی فراہمی کی خاطر وظائف مقرر کئے تھے،

لیکن پھر ایک عورت کی درخواست پر دودھ پیتے بچوں کی غذا کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے ان کا بھی حصہ مقرر کر دیا[34]۔ جبکہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت میں جب مردم شماری کا محکمہ قائم کیا گیا تو اس میں ہر نوزائیدہ بچے اور دوسرے مقامات سے آکر بسنے والوں کے ناموں کا اندراج روزانہ کی بنیاد پر کیا جاتا تھا۔ سیدنا عمر اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے یہ اہتمام اس لئے کیا جاتا تھا کہ رعایا میں چاہے جس عمر کے لوگ ہوں، ان کو مختلف قسم کی ضروریات زندگی کی فراہمی بروقت ممکن بنائی جاسکے[35]۔"

## خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا مباحث سے یہ بات واضح طور پر سامنے آئی کہ مردم شماری کسی ملک کے موجودہ وسائل کو عوام کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کے لئے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے تمام منظم ریاستوں میں مردم شماری مختلف طریقوں سے رائج رہی ہے۔ اسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے پیغمبر اسلام ﷺ اور خلفاءِ راشدین نے مردم شماری کو جدید خطوط پر استوار کیا اور باقاعدہ طور پر ریاست کے تمام شہریوں کے ناموں کے اندراج کا نظام متعارف کرایا۔ چونکہ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ اور مسلم اکثریتی ملک ہے، لہٰذا یہاں کی حکومت کے لئے مقررہ وقت پر مردم شماری کرانا اور شہریوں کے لئے پوری دلچسپی کے ساتھ مکمل طور پر صحیح معلومات کی فراہمی کی صرف ملکی نہیں بلکہ ایک شرعی ذمہ داری بھی ہے۔

## حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ لقمان 31: 20

2 سورۃ الاسراء 17: 26

3 *Principles and Recommendations for Population and Housing censuses, p7, United Nations, New York,2008*

4 عہد نامہ عتیق، گنتی 1: 1

5 نفس مصدر 26: 1، 2

6 عہد نامہ سموئیل (2)، 24: 1

7 نفس مصدر عزرا 1، 2: 1

8 عہد نامہ جدید، لوقا، 2: 1

9 امام بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب کتابۃ الامام الناس، رقم الحدیث (3060) دار طوق النجاۃ، 1422ھ

10 امام مسلم، مسلم بن حجاج صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاستسرار للخائف، رقم الحدیث (235)، دار طوق النجاۃ (س۔ن)

11 ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، ساتواں خطبہ: 413، الفیصل ناشران، غزنی سٹریٹ، لاہور، 2012ء

12 محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک 3: 613، دار التراث، بیروت، 1387ھ

13 عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ 1: 151، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر، 1387ھ

14 سورۃ یوسف 12: 47-49

15 مفتی محمد شفیعؒ، تفسیر معارف القرآن 5: 76، ادارۃ المعارف، کراچی، 2008ء

16 محمد الامین بن عبد اللہ الشافعی، تفسیر حدائق الروح والریحان 13: 435، دار طوق النجاۃ، بیروت، 2001ء

17 محمد سید طنطاوی، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم 7: 371، دار نہضۃ، مصر، 1998ء

18 سورۃ الاعراف 7: 54

19 حسین بن مسعود البغوی، تفسیر البغوی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ/2000ء

20 عبد الرحیم بن الحسین، طرح التثریب فی شرح التقریب 8: 85، دار احیاء التراث العربی، بیروت (س-ن)

21 سورۃ الاسراء 17: 29

22 محمد بن جریر الطبری، تفسیر الطبری 6: 96، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2002ء

23 احمد بن الحسین البیہقی، شعب الایمان 8: 511، مکتبۃ الرشد، الریاض، 2003ء

24 امام ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الورع والتقویٰ، رقم الحدیث (4218) دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2002ء

25 حسن بن عبد اللہ بن سہل العسکری، الفروق اللغویۃ 1: 191، دار العلم والثقافۃ، القاہرۃ، (س-ن)

26 محمد عبد الغنی المجددی، انجاح الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ 1: 311، قدیمی کتب خانہ، کراچی (س-ن)

27 عبد الرحمان بن ناصر آل سعدی، بہجۃ القلوب الابرار 1: 161، مکتبۃ الرشد، الریاض، 2002ء

28 صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب کتابۃ الامام الناس، رقم الحدیث (3060)

29 ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری 5: 221، مکتبۃ الرشد، الریاض، 2003ء

30 سعد بن علی بن وہب القحطانی، فقہ الدعوۃ فی صحیح الامام البخاری 1: 795، الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث، 2001ء

31 محمد یوسف بن محمد الیاس کاندہلوی، حیاۃ الصحابۃ 2: 484، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1999ء

32 محمد بن ابراہیم بدر الدین الحموی، تحریر الاحکام فی تدبیر اہل الاسلام 1: 140، دار الثقافۃ، قطر، 1988ء

33 علامہ شبلی نعمانی، الفاروق: 266، دار الاشاعت، کراچی، 1991ء

34 ابو بکر محمد بن محمد الطرطوشی، سراج الملوک 1: 133، من اوائل المطبوعات العربیۃ، مصر، 1289ھ/1872ء

35 حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ 1: 151